زاہد حسن

# لوک ورثہ کے محقق: سعید بھٹا

دنیا بھر میں جدید ادب پر وہاں کے لوک ادب اور کلاسیکی ادب کے گہرے نقوش دکھائی پڑتے ہیں۔ یہ لوک داستانیں اور لوک شاعری فکر، فہم اور دانائی سے بھری پڑی ہے۔ ان کے مکمل شکل وصورت اختیار کرنے میں کئی لوگوں کا اہم کردار رہا ہے۔ کچھ لوگ ان واقعات کے حقیقی کردار ہوتے تھے تو بعض ان کی کہانیاں بنانے والے، قصے تشکیل دینے والے، انہیں مربوط، مبسوط اور منضبط تخلیقی وجود عطا کرنے والے، ہومر سے پنجابی شاعر نجابت تک یہ ایک طویل زنجیر کی سی لڑی ہے۔ جسے سنبھالنے اور سنوار کر آئندہ نسلوں تک پہنچانے کی آج بے حد ضرورت ہے۔ اس ضرورت سے ڈاکٹر سعید بھٹا بہت اچھی طرح آگاہ ہیں۔

سعید بھٹا کی جو نئی کتاب سامنے آئی ہے اس کا نام ''نابر کہانی'' ہے۔ جس طرح کہ نام سے پتہ چلتا ہے، یہ کتاب پنجاب کے ان غیور سپوتوں کے حوالے سے ہے جنہوں نے اپنے عہد کے سامراج کے سامنے سر نہیں جھکایا بلکہ اپنی آن، آبرو اور مان کے لیے سر کٹوا دیا۔ ایسی کہانیاں ہمیں پنجاب ہی میں نہیں ملتیں بلکہ پوری دنیا کا کلاسیک ادب ایسی کہانیوں سے مالا مال ہے۔ خاص طور پر یونان، روم، عرب، روس اور ہندوستان کا قدیم ادب ان سے بھرپور ہے۔ روس کے کلاسیکی ادب میں گوگول کی طویل کہانی 'تارس بلبا' تو اب اس ضمن میں لوک اسطور کا درجہ پا گئی ہے۔

یہ وہ کہانیاں ہوتی ہیں جو نہ صرف ہمارے جدید ادب کے لیے راہ ساز حیثیت رکھتی ہیں بلکہ قوموں کی زندگیوں میں ایک نئے عزم اور ایک نئے ولولے کی سرشاری پیدا کر دیتی ہیں۔ دنیا بھر کے بڑے لکھنے والوں کو اپنے لوک ادب کی روایات، لوک کہانیوں اور لوک شاعری سے خاص دلچسپی رہی ہے۔ اس لیے کہ یہ اس بیج کی حیثیت رکھتی ہیں جس سے زندگی کی نئی کونپلیں پھوٹتی ہیں۔

پنجابی ادب کی روایات اس قدر قدیم اور عظیم ہیں کہ ان میں رنگا رنگی، انفرادیت اور زندگی کے سبھی رنگ، سبھی روپ ملتے ہیں۔ ماضی میں انہیں اکٹھا کرنے اور مرتب کرنے کی کئی کوششیں ہوتی رہی ہیں۔ یہاں تک کہ کئی ادارے عمل میں لائے گئے اور کئی حضرات کو اس کام پر مامور کیا گیا۔ لیکن یہ کام اس قدر وسعت کا حامل ہے کہ ابھی اس کے لیے مزید سعی کی ضرورت ہے۔ تاہم اس ساری صورتِ حال میں جو امر خوش آئند ہے وہ ہے ڈاکٹر سعید بھٹا جیسے ماہر تعلیم، محقق، ادیب اور دانشور کا اس سلسلے میں والہانہ پن۔

سعید بھٹا پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ پنجابی سے وابستہ ہیں اور ان کا پنجابی زبان وادب کے لیے کام اتنا بھرپور اور ہمہ جہت نوعیت کا ہے کہ حیرت ہوتی ہے انہوں نے تن تنہا اتنا کام کر لیا کہ جس کے لیے شاید اگر کوئی ادارہ بھی قائم کیا

جاتا تو ممکن نہ ہوتا۔انہوں نے اپنے کام کا آغاز پیشہ تدریس سے وابستہ ہونے سے پہلے ہی کر دیا تھا۔اس سلسلے میں وہ ضلع جھنگ کے ادب، شاعروں، ثقافت اور چنیوٹ جیسے قدیم شہر سے جڑی علمی، ادبی اور فکری روایات کو قدیم تواریخ سے دلچسپی رکھنے والے محققین کے سامنے لائے۔اس ضمن میں ان کی کتب ''چن چھاں دے''، ''کلیات شاہ عظیم'' اور ''سرساویں رتی پریت'' سامنے رکھی جاسکتی ہیں۔

سعید بھٹا کہانی کار بھی ہیں،''کمال کہانی'' جھنگ ہی کے ایک بزرگ میاں کمال دین کی سنائی لوک کہانیوں پر مبنی ہے۔ان سینہ بہ سینہ چلی آتی کہانیوں کے میاں کمال دین اب واحد زندہ راوی رہ گئے تھے۔سعید بھٹا اگر یہ سب کچھ محفوظ نہ کرتے تو یقیناً پنجاب اپنے لوک ورثے کی اس اہم داستانوی روایت کو کھو بیٹھتا۔

لوک ورثہ، اسلام آباد اور پاکستان پنجابی ادبی بورڈ دو ایسے ادارے ہیں جنہوں نے پنجاب کے لوک ورثے کو سنبھالنے کی سعی کی ہے لیکن ابھی اس میں بہت کچھ باقی ہے جسے محفوظ کرنے کا جتن ہونا چاہیے۔حال ہی میں سعید بھٹا، کی دونئی اور اہم کتابیں سامنے آئی ہیں، پہلی تو ہے''دیس دیاں واراں'' (پہلی جلد) اور دوسری ہے''نابر کہانی''۔

نابر کہانی بھی ان کے اس کام کے سلسلے کی پہلی کڑی ہے جو وہ پنجاب کی لوک کہانیوں کو ترتیب وار اکٹھا کرنے کے سلسلے میں کر رہے ہیں۔اس میں انہوں نے چھ کہانیاں جمع کی ہیں جن میں سے ایک راجا پورس اور سکندر یونانی کے حوالے سے ہے۔احمد خاں کھرل کے حوالے سے تین کہانیاں شامل ہیں۔ایک کہانی صرف احمد خاں کھرل کے سر کے حوالے سے ہے جبکہ دو کہانیاں مراد فتیانہ اور جگدے خان کھرل کے حوالے سے ہیں اور یہ کہانیاں بھی ان جملہ عناصر اور خوبیوں سے مرصع ہیں، جن کا ذکر شروع میں کیا گیا ہے۔

سعید بھٹا آج کل لاہور میں ہیں۔ان کے کام کی اہمیت ہندو پاک میں موجود پنجابی سکالرز کے نزدیک بے حد اہمیت کی حامل ہے۔ وہ تہذیب و ثقافت کے منبع جھنگ اور چنیوٹ کے قصبے پیپل بھٹا میں میاں محمد بخش کے گھر 14 اگست 1966ء کو پیدا ہوئے۔ جھنگ، فیصل آباد اور لاہور سے تعلیم حاصل کی۔ وہ تحقیق کے ان تمام حوالوں سے آشنا ہیں جو کسی بھی عہد، جغرافیے، قوم، زبان اور تہذیب کو محفوظ کرنے کے لیے لازم ہوتے ہیں۔ان کی ذات کے حوالے سے یہ خواہش ضرور رکھنی چاہیے کہ وہ کام جو انہوں نے شروع کر رکھا ہے اسے مکمل کریں گے اور وہ بہت سا کام جو ابھی تک پورے پنجاب کے دیہات، قصبوں، شہروں میں بکھرا پڑا ہے اسے سمیٹنے کی کوشش کریں گے۔ اگرچہ کام مشکل ہے لیکن ممکن ہے اور ہمارے لیے تو خود اپنی شناخت کو برقرار رکھنے کے لیے سمجھنا چاہیے کہ ناگزیر ہے کہ ہمارے یہاں وار، بولی، وین، ماہیے اور ڈھولے جیسی اصناف اب آہستہ آہستہ معدوم ہوتی چلی جاتی ہیں اور جن کے پاس یہ محفوظ ہیں وہ تو اب اکادکا ہی دکھائی پڑتے ہیں۔

(روزنامہ''آج کل'' 23 اپریل 2010ء)